

کے لیے ہنر لے آئے تو اسے شیریں مل جائے گی۔ فرما دے یہ شرط پوری کر دی۔ اب خسرو کو تشویش ہوئی۔ آخر ایک بڑھیا کو یا ایک روایت کے مطابق ایک مصاحب کو بڑھیا کا بھیس بدلوا کر فرما دے کے پاس بھیجا گیا۔ وہ روتی چلاتی گئی۔ فرما دے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں شیریں کی دایہ ہوں، میں نے ہی اسے پالا تھا۔ وہ آج مر گئی۔ فرما دے یہ سنتے ہی عیشہ سر پر مارا اور مر گیا۔

شرح : فرما دے نے بھولپن سے جان دے دی۔ میرے دل میں اس کی اس سادگی کی انتہائی عزت ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس کے پاؤں چوم لوں۔ افسوس، صد افسوس، اُس بڑھیا کے پاؤں کیوں نہ ٹوٹ گئے، جس نے شیریں کی موت کی جھوٹی خبر فرما دے تک پہنچائی اور اسے یوں موت کے گھاٹ اتارا۔

فرما دے کی سادگی یہ کہ محبوبہ کی خبر موت سنتے ہی چھان بین بھی نہ کی اور اسے درست مان کر جان دے دی۔

۳۔ شرح : انسان سے جیسا جرم سرزد ہو، ویسی ہی اسے سزا ملتی ہے۔ اس کا نہایت اچھا نمونہ یہ اور اس سے اگلا شعر ہیں۔ کہتے ہیں کہ راہزن کا حملہ ہوا اور ہم نے اس کی گرفت سے بچ نکلنے کے لیے بھاگنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی، لیکن پکڑے گئے اور ہمارے لیے یہ سزا تجویز ہوئی کہ راہزن کے پاؤں دبائیں۔ گویا گرفتاری اور اسیری سے بچنے کے لیے راہزن کو جتنا دوڑایا تھا، اتنی ہی سزا مل رہی ہے اور سزا میں مشقت یہ ہے کہ راہزن کے پاؤں دبائیں۔

۴۔ شرح : میرا بدن زخموں سے چور تھا۔ اُن زخموں کے لیے مرہم کی تلاش میں ہمیں دُور دُور پھرنا پڑا۔ اب حالت یہ ہے کہ پاؤں بدن سے زیادہ زخمی ہیں۔ دُور دُور پھرنے کا نتیجہ ہی ہو سکتا تھا کہ پاؤں کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچے۔ شعر کی عمومی صورت ایسی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مرہم کی تلاش میں دُور دُور پھرنے کا تو کچھ فائدہ نہ ہوا، یعنی بدن جیسا زخمی